گلزارِ ہوش

(رباعیات و قطعات)

کوئی دیوانہ کہے یا ہوش دیدہ ور مجھے
پھول برسائے کوئی مارے کوئی پتھر مجھے

پرتھوی راج ہوش

دیباچہ و تمہید

محترم حضرات! مَیں نے اپنے اس کتابچہ میں جُملہ اصنافِ سخن کے بیان سے توقف کرتے ہوئے فی الحال محض رُباعیات اور قطعات یا بندوں کا ایک برجستہ رُجحان اور احساس کا ایک نمونہ آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ مجھے ہر مذہب و ملّت کے اصحاب سے کافی میلان ہے۔ مَیں سب کا مُعتقد ہوں۔ میری اَدب اُردو سے فطرتی لگن ہے۔ مَیں نے جملہ اصنافِ سخن کا مطالعہ کیا ہے۔ اور نظموں کی ہر قسم پر شوق سے لکھنے اور پڑھنے کے موقعے ملتے رہے ہیں۔ اِس لئے مَیں نے طرزِ جدید و قدیم کے اسلوب کی طبع آزمائی سے نکاتِ سخن کو اچھی طرح قبول کیا ہے۔ جس کے فیضان کے طفیل ہندی۔ پنجابی۔ اُردو۔ فارسی زبانوں کی غزل کے علاوہ مرثیہ۔ قصیدہ۔ سہرے۔ مبارکبادیاں۔ خیر مقدم اور بند۔ رباعیات و قطعات بھی لکھے ہیں۔ مذکورہ اِن چار زبانوں میں میری طرزِ تحریر پر اندازِ اُردو کافی غالب ہے۔ جس سے میرا کلام برمحل اور قابلِ داد پایا جاتا رہا ہے۔ چونکہ میں نے زمانہ ماضی اور حال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اِس لئے مجھے متضاد حالات کی مصوّری عین موافق رہتی ہے بلکہ آسان ہے۔

میری شاعری ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۳ء تک ملتان اور تا دمِ تحریر شہر امرت سر میں طفلی سے اِس پیری تک رفیقِ قلم ہے۔ مَیں نے ۱۸ جنوری ۱۹۴۳ء سے بطورِ ایک ٹیچر کے ضلع امرتسر کے سکولوں میں پڑھایا ہے۔ میرا عام ادبی مجالس، جلسوں یا ادبی اداروں میں بھی گہرا تعلق رہا ہے لیکن اشاعت سے شہرت حاصل کرنے کی طرف کبھی خیال نہیں کیا۔ حالانکہ کئی قدر شناس اصحاب نے مجھے تحریری طور پر کئی سنجیدہ مشوروں سے شرمندۂ احسان

بھی کیا ہے۔ میرے جملہ اقسام کے کلام کی بندش میں حبُ الوطنی ایثار و محبت تہذیب و تمدّن

اور زندہ دلی کی خصوصیت موجود ہے۔ میں نے پنجابیہ اور اصلاحیہ طور پر بھی لکھا ہے۔ موجودہ

کچھ حالات کے زیرِ اثر کچھ دن پہلے ایک پنجابی گیتا نجلی لکھنے کے بعد یہ دوسری اشاعت پیش

کرنے کا خفتہ خیال بیدار ہوا ہے۔ جس سے میری رُباعیات و قطعات و بندوں کی سطح

پر آپ کی نظر ضرور پڑے گی۔ جس۔۔۔ میں آپ کو اِن تین مذکورہ اضاف کے جملہ اوصاف

کی شرح موجود ہے۔ جس میں میرا صوفیانہ اسلوب اصلاح سے زیادہ ترلگاؤ ہے۔

اِس لئے میں رباعی اور قطعہ و بند وغیرہ ہر سہ کی بندش پر عوام کی رائے میں حتی الامکان

اضافہ کر رہا ہوں غور فرمایئے۔

۱۔ میری قریب رباعی معنوی اور لفظی طور پر ایک بہترین صنف ہے۔ جو کہ لازماً مزید تشریح طلب ہے۔ کیونکہ رباعی کا لفظ رباع سے نکلا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ کسی جانور کے چار اگلے دانت گرائے جائیں۔

۲۔ رباعی چار چار برس کے گھوڑے۔ بیل اور بکرے اور سات سال کے اُونٹ کی عمر کی نشان دہی کرتی ہے۔

۳۔ چار ہم وزن اور ہم قافیہ مصرعوں کے دو اشعار کا مجموعہ ہے۔ جس میں پہلا دوسرا اور چوتھا مصرعہ ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں۔ مگر تیسرا مصرعہ بھی اگر ہم وزن اور ہم قافیہ ہو تو میرے خیال میں جائز ہے۔ بلکہ شاعر کی قادر الکلامی کا ایک مثبت ثبوت ہے جس کو میں موزونیت کا فخر تسلیم کرتا ہوں۔ جس طرح سے غزل میں مطلع ثانی متعدد ہو جاتے ہیں۔ اُن کو حسن مطلع سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو کہ شاعر کی پُر گوئی کی دلیل ہے۔

۴۔ رباعی کو فارسی مصدر رُبائیدن کے مضارع کے صیغہ: واحد متکلم سے تصور کیا جاتا ہے۔ تو بھی لے جائے کا مطلب روباہ جانور کے چار چالاک انداز کا سنجیدہ خیال ہے۔

۵۔ لفظ روباہ یعنی ایک چالاک جنگلی جانور ہے۔ چونکہ لومڑی ایک کافی سمور دار جانور ہے۔ اِس

کے متعلق میرا چشم دیدہ و شنیدہ نظریہ ہے۔ کہ لومڑی بڑی فریبی۔ مکّار۔ حیلہ باز اور دغاباز کئی کہانیوں میں مشہور ہے۔ یہ جب کھڑی ہوتی ہے یا بیٹھتی ہے تو دو پچھلی اور اگلی ٹانگ کو بندر کی طرح زمین پر رکھ کر کھڑی سی بیٹھ کر چوتھی اگلی ٹانگ کو مُنہ اور اِدھر اُدھر پھیرتی رہتی ہے۔ جس خیال سے میں نے رُباعی کے مصرعوں میں سے تیسرے ایک کو سب سے ملانے والا مصرعہ کی ترتیب کو لومڑی کی حرکات سے جوڑ دیا ہے۔ اگر اس پر کافی مذاقیہ بحث کی جائے۔ تو بہت حد تک یہ موسومیت بھی درست ہے۔

کیونکہ شاعری بھی دراصل خیالی پرواز ہے۔ تاہم صنف رُباعی ایک لطفِ اَدب اور اثر دار ہونے کی وجہ سے میرے خیال میں تھوڑے الفاظ میں بڑے مضمون کا بہترین بیان رُباعی میں ہے۔

۶۔ رُباعی کو دو بیتی یا دوبیت والی بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن رُباعی کے دو اشعار میں زمین و آسمان کا فرق موجود ہے۔ جو حسبِ ذیل ہے۔

میرے خیال میں اور عقیدہ میں رُباعی کے پہلے مصرعہ میں مطلوبہ مضمون کو چھیڑا جاتا ہے۔ دوسرے مصرعہ میں اُس کی تائید اور تاکید خواہ وہ اتفاق یا تضاد میں کیوں نہ ہو یا تمثیل ہو۔ یہ مضمون کی تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن تیسرا مصرعہ صداقت کو ظاہر کرنا ہے۔ اس کے بعد چوتھا مصرعہ کھول کر فیصلہ ہی کر دیتا ہے۔ اِسی لئے اُسے سب سے زوردار اور مؤثر مانا جاتا ہے جس سے رُباعی لطیف ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیے۔

رُباعی

عروجِ شمس و قمر کو چراغ کیا جانے ۔ نوائے رازِ عنادل کو زاغ کیا جانے ؟
وطن پرست کے دل اور دماغ کو یارو ۔ وطن فروش کا دل اور دماغ کیا جانے

رُباعی

عشق میں مقبول ہر دستور ہو سکتا نہیں ۔ جو بھی چاہے وہ نظر منظور ہو سکتا نہیں
ہوش یہ دار و رسن کی تلخیوں کا ہے سرور ۔ دار پر جو بھی چڑھے منصور ہو سکتا نہیں

رُباعی

وہ بادۂ مستی تھی یہ مینا بدوشی ہے ۔ وہ محفل ہستی تھی یہ بزم خموشی ہے
اے ہوش نمائش کی دلدادہ ہے اب دنیا ۔ وہ حسن پرستی تھی یہ حسن فروشی ہے

رُباعی

عشق میں انساں کو یوں بے باک ہونا چاہیئے ۔ دھجیاں دامن گریباں چاک ہونا چاہیئے
خاک کا ناپاک پُتلا پاک ہونا چاہیئے ۔ خاک ہو جانے سے پہلے خاک ہونا چاہیئے

قطعہ

سب کچھ ہے میسّر اے امیرو تمہیں زر سے ۔ اِک چیز ہے جو پاس تمہارے نہیں ہوتی
وہ پاک و مقدّس ہے غریبوں کی محبّت ۔ جو دل سے ہے دولت کے سہارے نہیں ہوتی

قطعہ

شغل مینوشی سے پرہیز بھی ہے پابندی ۔ اپنی آزادی سے جینا نہیں ٹھیک نہیں
ترکِ مے ٹھیک سہی تیری نظر میں زاہد ۔ میرے نزدیک تو جو پیتا نہیں ٹھیک نہیں

از گورنمنٹ ہائی سکول ادھانہ

۶۰ — ۳ — ۲۷

پیارے پرتھی راج جی

سادر پرنام اور وِشو کے ادھار شری بھگوان کے چرنوں میں بار بار نمسکار کرتا ہوں۔ آپ کا روحانیت سے لبریز پیمانہ سنبھالا نہیں گیا۔ آپ کی علمیت کی داد دیتا ہوں۔ بقول علامہ اقبال مرحوم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے جہاں میں دیدہ ور پیدا

آپ کی شاعری کی مثال لاثانی ہے۔ آپ میں خداداد قابلیت ہے۔ اپنی غزلیں یا اشعار سنبھال کر رکھیں (جمع کریں) ایک دن کتاب کی شکل میں طبع ہو سکتی ہیں۔ آپ کی الوداعی نظم اور یہ ہدیہ مبارک باد شیشے میں مزین کر کے تا زیست اپنے پاس رکھوں گا۔ آپ کے جذبات کی صدقِ دل سے مبارکباد دیتا ہوں ممنون و مشکور ہوں۔ آپ نے مجھے جس روپ میں دیکھا ہے۔ آپ کی تشبیہات اور استعارات قابلِ تحسین ہیں۔ آپ نے احساسات کے دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ کیوں نہ ہو ہر ایک چیز میں احساس موجود ہے۔ خواہ وہ ذی روح ہے یا غیر ذی روح۔ ذی روح کا احساس برملا اور ظاہر ہے۔ حیوانات اور پرندوں سے پیار کریں وہ اپنا احساس جوابی طور پر واپس کریں گے۔ چنانچہ میرے اپنے تجربہ کی بات ہے۔ کہ جب میں اپنے گھر میں بیٹھ کر بمقام اجنالہ روٹی کھایا کرتا تھا۔ تو گھر میں رہنے والی چڑیاں میری تنہائی میں بیٹھ کر میرے ساتھ روٹی کھانے لگ جاتی تھیں۔ کبھی میرے ہاتھ پر بیٹھ جاتی تھیں اور کبھی کندھوں پر۔ اور جب جی چاہتا اُڑ جاتی تھیں۔ اور جب جی چاہتا تھا۔ پھر آ کر ساتھ کھانے لگ جاتی تھیں۔ گھر کے سب ممبر حیران رہ جاتے تھے۔ وہ ان میں سے کسی کے پاس نہیں پھٹکتی تھیں۔ اسی طرح بے جان چیزوں میں بھی احساس موجود ہے۔ آپ ایک قمیض گندہ کر کے رکھ دیں۔ استعمال نہ کریں۔ اور اس کی جگہ سے نہ اُٹھائیں۔ تو وہ محسوس کرتا ہے کہ میرا مالک کیسا ہے۔ اور اُسی کو دھو کر صاف کر کے پہننے کے

قابل بنائیں۔ تو وہ مستعدی کے ساتھ آپ کی خدمت کے لئے تیار ہے۔ آپ میز کو سجا کر قلم دوات رکھ کر شانتی سے بیٹھیں۔ تو آپ کو وہ چیزیں کچھ سوچنے اور لکھنے کیلئے مجبور کریں گی۔ اب وہ جذبہ کہاں سے آیا۔ وہ انہیں چیزوں کی پرکرتی کا اثر یا احساس ہے۔ جو آپ کو مجبور کر رہا ہے۔ آپ کہیں گے کہ اُن چیزوں کا احساس نہیں بلکہ آپ کا اپنا ہی احساس ہے۔ نہیں بھائی!

سادھارن وگیان والے پُرش کے لئے پرکرتی کے دو بھاگ چیتن اور جڑ ہیں لیکن سُوکھشم بُدھی والے اِنسان کے لئے ایک ہی چیتن ستّا نظر آرہی ہے۔ کائنات کی ہر چیز میں احساس موجود ہے۔ ایک آدمی نے دوسرے سے سوال کیا۔ تو مجھے کتنا پیارا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا تو اپنے دل سے پوچھ۔ کہ مَیں تجھے کتنا پیارا ہوں۔ یہ جذبہ دونو طرف سے یکسانیت رکھتا ہے۔

میرا یہ آزمودہ تجربہ ہے۔ جس کو تم اپنا بنانا چاہتے ہو۔ اُس سے ازحد پیار کرو۔ خواہ وہ پہلے دشمن بھی کیوں نہ ہو۔ وہ چند دنوں میں آپ کا داس ہو جائے گا۔ آپ کی صُحبت میں کئی سال پہلے گذار چکا ہوں۔ اور اب تین سال ظاہرا طور پر گذارے ہیں۔

مَیں ایک درخت تھا۔ آپ اُس کے پتے تھے۔ جُدائی کہاں تھی۔ مجھے تو اپنے سے جُدا کوئی نظر ہی نہیں آیا۔ اور نہ اب آرہا ہے۔ کہاں غیر ہے۔ کیسے غیر بولوں جدھر دیکھتا ہوں۔ اُس کا جلوہ عیاں اور نہاں دیکھتا ہوں۔۔۔۔۔۔

شری موہن سنگھ جی۔ شری فوجا سنگھ جی کو تہ دل سے ست سری اکال عرض کرتا ہوں اور یہی چاہتا ہوں۔ کہ آپ سب کا نوکری سفر اسی خوش اسلوبی سے ختم ہو جائے۔ جیسے میں دیکھتا رہا ہوں۔ ملنے والے ہر ایک ساتھی کو میری طرف سے جے ہند۔ ست سری اکال عرض کریں مجھے کئی خط ہر روز لکھنے پڑتے ہیں۔ آپ کو خط لکھنے ہی والا تھا۔ کہ آپ کا خط پہنچ گیا۔ دیری کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ ابھی تک شری اوتار سنگھ جی اور راس سکول کے

محترم اُستاد صاحبان کو بھی نہیں لکھ سکا ہوں۔ میری طرف سے ست سری اکال عرض کر دیویں۔ مشکور ہوں گا۔ فقط زیادہ پیار۔

آپ کا شُبھ چنتک

ناہر سنگھ

ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول اوچھانہ

ڈسٹرک سنگرور۔

سجدۂ ہوش

(مسدّس قدیم)

جو میرا خالق ہے اور پروردگار
اُس کو سجدے مَیں کروں گا بار بار

جس کو ہے دونوں جہاں پر اختیار۔ جس کا ہے قانون ہر اک پائیدار
آج تک جس کا ہُوا نہ راز دار۔ جو یہاں پنہاں وہیں ہے آشکار

وہ میرا خالق ہے اور پروردگار
اُس کو سجدے مَیں کروں گا بار بار

اس کی رحمتؑ کا ہے سب کو انتظار۔ اُس کے ہے فیض و کرم پر اعتبار
اپنی قدرتؑ سے ہے وہ آئینہ دار۔ وہ کہیں خالق کہیں پروردگار

اُس نے دی طفلی جوانی کی بہار
اُس نے دی پیری میں تقویّت ہزار

اُس نے کی میری عناصر سے نمود ۔ اُس نے یہ بخشا مجھے اشرف وجود
اُس نے دی مجھ کو جبیں بہرِ سجود ۔ اُس نے دی دانش برائے ہست و بود
وُہ میرا مالک ہے اور ربِّ حدود
اُس کو سجدے میں کروں گا بار بار
میری دانش میری حکمت کچھ نہیں ۔ میری عظمت میری عزت کچھ نہیں
میری صورت میری سیرت کچھ نہیں ۔ میری طاقت میری ہمّت کچھ نہیں
میرا یہ گھر بار و دولت کچھ نہیں
سب اُسی فیّاض کا ہے اختیار
جس نے یہ حُبِّ وطن بخشی مجھے ۔ جس نے یہ روشِ سخن بخشی مجھے
جس نے شعروں کی لگن بخشی مجھے ۔ جس نے یہ شوخیٔ فن بخشی مجھے

جس نے بخشی کی شہرت بخشی مجھے
بھید یہ جس نے کیا ہے آشکار

میرا ہر شعر و سخن وہم و خیال ۔ بےکمالی ہے میرا کسبِ کمال!
کر سکوں جو ناز کیا؟ میری مجال ۔ ناز کے قابل نہیں حسن و جمال

ذاتِ قدرت ہے بڑی ہی ذوالجلال
اُس کی رحمت پر ہے میری جاں نثار

وہ جسے چاہے کرے زیر و زبر ۔ اُس کی قدرت سے ہے انساں بےخبر
سلطنت اُس کی ہے بےخوف و خطر ۔ عرش اُس نے تا فرش ہے زیرِ اثر

اُس کی ہو مجھ پر عنایت کی نظر!
ہو میرا اُس کے عزیزوں میں شمار

اُس کی ہے زورِ قلم پر سَروری ۔ اُس کا ہے احسان و بندہ پروری

مَیں ہُوں محتاج کلامِ انوری ۔ مجھ پہ ہو لُطفِ نگاہِ مَحوری

سال رحمت کا ہے ماہِ فروری

ہے چمن میں مُوسمِ فصلِ بہار

بخشش دینا ہی رہا اُس کا اصُول ۔ اس کی رحمت سے اُڑے دوزخ میں دھُول

اُس کی شفقت ہو تو ہر کانٹا ہے پھُول ۔ اُس کی بخشش ہو تو ہر خواہش قبُول

ہاں مگر انساں اُسے جائے نہ بھُول

ہوش ہیں اپنے اِرادے استوار

اُس کو سجدے مَیں کروں گا بار بار

خاکِ وطن

—— مسدسِ جدید ——

اے خاکِ وطن تجھ میں چھپے لعل بہت ہیں۔ عظمت کے تیری ملتے خط و خال بہت ہیں

دیرینہ ہے تو تیرے ماہ و سال بہت ہیں۔ ماضی کے زمانے میں دبے حال بہت ہیں

جو تیرے تقدس پہ کروں ناز بجا ہے

جو کچھ بھی زمانے کو دوں آواز بجا ہے

تو ہے کہ تیرا سب ہے اتہاس پرانہ۔ تو ہے کہ تیرا دھر میں ہے باس پرانہ

ہر اک ہے تیرے سینے میں احساس پرانہ۔ صدیوں کا تدبر ہے تیرے پاس پرانہ

ہر دور میں تیرا کوئی ثانی نہیں ملتا

تعمیر کا تیرے کوئی بانی نہیں ملتا!

اَے خاکِ وطن تجھ سے مجھے پیار بڑا ہے ۔ ہر ذرے میں تیرا مان ہے ستکار بڑا ہے

جیون ہے تیرا دان یہ اُپکار بڑا ہے ۔ اَے خاکِ وطن مجھ پہ تیرا بار بڑا ہے

ہُوں فکر میں کِس ڈھنگ سے احسان اُتاروں

صدقے مَیں تیری پریت کے کیا؟ جان نثاروں

مَیں اہلِ قلم سے ہُوں لکھوں تیرا افسانہ ۔ دُہراوں تیری شان کا اتہاس پُرانہ

ہر کان سے مربوط کروں تیرا ترانہ ۔ تسلیم کرے تیری بزرگی کو زمانہ

اِس فرض میں داخل اَے وطن حُبِّ وطن ہے

اِس غرض میں شامل اَے وطن حُبِّ وطن ہے

اَے مُرغِ تخیّل تجھے پرواز عطا ہو ۔ اَے جوہرِ اندازِ سُخن ناز عطا ہو

اَے حُبِّ وطن شوخیٔ انداز عطا ہو ۔ اَے طرزِ تکلّم تجھے آواز عطا ہو

قُدرت نے دُعائے لبِ خاموش سُنی ہے

رحمت نے یہ آواز تیری ہوش سُنی ہے

اَے ہوش تُو اِک سوختۂ سوزِ سخن ہے۔ تُو تلمذِ رحمان سے اِک بندۂ فن ہے

تُو بندشِ الفاظ و معانی کا چمن ہے۔ تُو بلبلِ شیدائے گُلِ حُبِّ وطن ہے

جا تجھ کو عطا دولتِ آدابِ سُخن کی

جا تجھ کو عطا رغبتِ اصحابِ سُخن کی

○

حسنِ ملاقات

احترامیہ

اوّلین من احترام صدرِ عالیشاں کُنم ۔ بعد ازیں آداب ہر اصحاب نکتہ داں کُنم
داخلِ ایمانِ ما ہوش قدرِ دوستاں ۔ آخریں ہر فردِ مجلس را عزیزِ جاں کُنم

التزامیہ

تبسم من چوں سوئے کعبہ مثلِ گنہ گار آئیم ۔ تبسم من چوں روئے عارفانِ پختہ کار آئیم
دریں محفل چوں ہنگامِ ہجومِ زاہداں بینم ۔ سراپا ہوش ہے تبسم چو مستِ بادہ خوار
ملنے کی تمنا ہے صبح و شام کسی سے ۔ باقی نہ رہا اور مجھے کام کسی سے
اے دل تو مچل لینا شرع عام کسی سے ۔ چل پوچھ تو لیں عشق کا انجام کسی سے

ہوش

سجدہ

ذوقِ سجدہ سلام کرتا ہوں ۔ تیرا صد احترام کرتا ہوں
تیری رحمت کے آسرے یا رب ۔ شروع اپنا کلام کرتا ہوں

قدرت

تیری قدرت ہے کہ لامحدود ہے ۔ تیری رحمت ہے کہ ہست و بود ہے
کفر اور انکارِ حق بے سود ہے ! ۔ اے خدا تو ہر جگہ موجود ہے

تلاش

تو ڈھونڈنے والوں کو ہر رنگ میں ملتا ہے ۔ ہر ساز میں ہستی کی آہنگ میں ملتا ہے
وہ حضرت موسیٰؑ تھے جو طور پہ جا نکلے ۔ ورنہ وہی جلوہ تو ہر سنگ میں ملتا ہے

دید

سمندر بھی تو اک قطرہ ہے تیرا۔ پڑا صحرا پہ بھی پردہ ہے تیرا

تصوّر میں میرے جبیں کی جگہ ہے۔ مجھے وہ دیکھنا جلوہ ہے تیرا

اعتقاد

ستانے کو میرے زمیں فتنہ خُو ہے۔ مٹانے کو میرے فلک کینہ جُو ہے

مُصیبت پہ آجائے مجھ پہ مُصیبت۔ مجھے غم نہیں جو میرا ایک تُو ہے

شرمندگی

نفسِ شیطاں کا بہکایا ہُوا ہُوں۔ تیری رحمت کا اک سایا ہُوا ہُوں

نہیں بے شک گناہ قابلِ معافی۔ جھکائے سر ہوں شرمایا ہُوا ہُوں

تیری قدرت کے گیت گاتا ہوں ۔ تیری رحمت کے گیت گاتا ہوں

اشک آنکھوں میں قہقہے لب پر ۔ تیری الفت کے گیت گاتا ہوں

○

جلوہ در جلوہ نہ رہ تو پردہ در پردہ نہ رہ ۔ ذرّہ در ذرّہ نہ رہ تو قطرہ در قطرہ نہ رہ

میں جسے سمجھوں کہ تو ہی تو ہے وہ جلوہ دکھا ۔ آ یقینِ ہوش میں تو سجدہ در سجدہ نہ رہ

○

اندازِ ذکرِ ذاتِ خدا ہر کسی میں ہے ۔ جو اِس ہوا میں ہے وہ ہوا ہر کسی میں ہے

صحنِ چمن میں شبنم و ہر خار و گل میں ہوش ۔ تعریفِ حق و پاس دعا ہر کسی میں ہے

○

سب میں جلوہ نمائی ہے تیری ۔ سب نے صورت چھپائی ہے تیری

سب میں قدرت سمائی ہے تیری ۔ تو خدا ہے خدائی ہے تیری

○

تو ہے خلوت میں اور جلوت میں ۔ تو ہے عادت میں اور فطرت میں

تو ہے رنگت میں اور نکہت میں ۔ تو ہے وحدت میں اور کثرت میں

○

سیار و ثوابت کے مدارات میں تو ہے۔ حیوانات و جمادات و نباتات میں تو ہے
ہر موقعہ پر ہر حال میں تُو حاضر و ناظر۔ ہر دور میں ہر رنگ میں ہر بات میں تُو ہے

○

جَلوہ مستوُر ہے تُو ہر جگہ!۔ ہر نظر منظوُر ہے تُو ہر جگہ!
اپنی وَحدت کے سبب سے لاشریک۔ اَے خُدا مشہوُر ہے تُو ہر جگہ

○

رَبّ قدیر و قادرِ مطلق حضوُر تُو۔ بخشندہٗ و کریم و رحیم و غفوُر تُو
یارَب یہ سب دُرست مگر ایسا فرد تُو۔ رہتا ہے ہر لحاظ و رعائت سے دُور تُو

○

ناخُدا نے جب پُکارا اَے خُدا۔ اَب مجھے تیرا سہارا اَے خُدا
ڈوبتی کشتی ہے اَور طوفان ہے۔ تُو ہی ہے اِس کا کنارا اَے خُدا

○

جَب تیری یاد میرے دِل میں بسی ہوتی ہے۔ ساری دُنیا میری آنکھوں سے چھپی ہوتی ہے
ایک ہوتا ہے تیرا پُر نوُر تصوّر دِل میں۔ ساری مخلوق کی تاریکی لُٹی ہوتی ہے

ہر قدم سو طور اُس کی جلوہ آرائی کا ہے

ہر روش گلزارِ جلوت شوخ ہرجائی کا ہے

اِتنے جلووں میں بھی فیضِ دید اگر حاصل نہیں

پھر قصور اے ہوشؔ اِس بدبخت بینائی کا ہے

اِنتہائے عشق میں ہی عقل دیوانہ رہی ۔ گرمیٔ محفل میں بوئے خونِ پروانہ رہی

عشق کے انجام کا پُرکیف افسانہ ہے ہوشؔ ۔ شورشِ جوشِ جنوں آہنگِ فرزانہ رہی

——— شکوے ———

خداوندا یہ کیا، تیرا جہاں ہے ۔ کوئی ہندو ہے کوئی مُسلماں ہے

یہاں اِیمان کی قیمت ٹکا ہے ! ۔ یہ کیا ؟ شیخ و برہمن کی دُکاں ہے

○

پہن کر خرقہ کوئی پاجی بنے! ۔ حج کر آئے کوئی حاجی بنے

ہوش تو ایسی کوئی صورت بنا۔ کہ خدا تیرا وہاں ناجی بنے

خدا کے ناموں پر ہے امتیازی ۔ خدا کے خوف سے ہے بے نیازی

سلی خانہ بنے مندر و مساجد۔ قصائی ہیں پجاری اور نمازی

پند و نصائح

غافل از یادِ خدا ہرگز مشو ۔ بیروں از خوفِ قضا ہرگز مشو

آخرت تو بندۂ بے چارگی ۔ بیروں از حکم و رضا ہرگز مشو!

خدمتِ خلق خدا کن اختیار ۔ طاعتِ حق بادلِ صافی گذار

فقر را گر تو عزیز جاں کنی ۔ در عزیزانِ خدا گردی شمار

ہر ریاضت اَور ھــر سجدۂ نماز

ہر زیارت اَور ہر حج و نـیاز !

تسبیح و زُنّار ہر ریشِ دراز !

قربِ حق ہرگز نہیں بندۂ نواز

سلُوک

تو مُدام از دیگراں کُن آں سلوک ۔ باتو گر غیرے کُند آید پسند !

از ہمیں احساس ہر کارے ثواب ۔ دَر حشر ایں طور گردی سَربلند

سلُوک

تو مدام از دیگراں کُن آں سلوک اَے ہوشمند

باتو گر غیرے کُند اَز دِل تُرا آیدُ پسند

از ہمیں اِحساس بر کارے بُود کارِ ثواب

در حشر ایں طور گردی سرفراز و سربلند

○

بے طلب جوشِ جنوں عشق میں منزل ملی

ہر دلِ بے مُدعا میں رونقِ محفل ملی

بے خودی کے خارزاروں سے گزر آساں نہیں

دولتِ صبر و سکوں جس کو ملی مشکل ملی

○

صُحبتِ شیخ و برہمن کی لگن بے فائدہ

سُبحّہ و زُنّار و تسبیح کی پھبّن بے فائدہ

روزہ و رمضان و حج اَے جانِ مَن بے فائدہ

گر نہ پایا کعبہ دِل میں سجن بے فائدہ

تبلیغ

میری تبلیغ ہے یہ کافر و مومن کیلئے ۔ میرا پیغام ہے یہ شیخ و برہمن کیلئے

میری تاکید ہے یہ ظاہر و باطن کیلئے ۔ تن روشن نہیں لازم دلِ روشن کیلئے

ہر اِک گناہ سے بچ کہ کوئی تاکتا نہ ہو ۔ کوئی قریب و دُور تیرے ہی چھُپا نہ ہو

اے ہوش آپ بچ گناہ سے یہانتک تو بچ سکے ۔ کوئی نہیں تو جان خدا دیکھتا نہ ہو

میرا پیغام ہے یہ شیخ و برہمن کیلئے ۔ میری تبلیغ ہے ہر دلِ مومن کیلئے

خیر اندیش رہو دوست کے دُنیا میں مگر ۔ کبھی سوچو نہ بُرا بھی کسی دُشمن کیلئے

بہرِ رضائے حق رضامندی رضا کاری شمر ۔ بارسومِ مذہب و ملت عین عیاری شمر

ایں تماشائے جہاں با دیدۂ باطن بیں ۔ جذبۂ ایثار از خود بہرِ دینداری شمر

بہرِ مطلب بخشش و فیض و کرم بے فائدہ ۔ سب طوافِ کعبہ و دیر و حرم بے فائدہ

ہو سکے تو کعبۂ دِل میں جھکا گردن اے ہوش ۔ محفلِ شیخ و برہمن سرگرم بے فائدہ

(۱)

اے جنونِ عشق اَز خود بے خودی تسلیم کن ۔ عقلِ راہزن شُمر تو رہبری تسلیم کن

اَز ارادہ بقائے دیگراں مُرحن اے ہوش ۔ در ہمیں رنگِ فنا ہر زندگی تسلیم کن

(۲)

فقر کی دَولت سے دَولت مند بن ۔ ترکِ حرص و آز کر خورسند بن

توڑ کر سب طوقِ فرق و امتیاز ۔ بے خودیٔ عشق کا پابند بن

(۳)

محبّت کو سخاوت کو اِطاعت کو چھپا کر رکھ ۔ عبادت کو ریاضت کو زیارت کو چھپا کر رکھ

تو ہر حالت میں ہر انسان سے گردن کو جھکا کر رکھ ۔ تو اپنے رُعب ناجائز کو عظمت کو چھپا کر رکھ

(۴)

زندگی اَور وقت کا کیا؟ اِعتبار ۔ یہ نہیں ملتے کسی کو بار بار

آدمی کو چاہیئے غافل نہ ہو ۔ کھو نہ بیٹھے رحمتِ پروردگار

دستورِ آدابِ جہاں

پائی رازِ ہستی پا کے مستانے نہیں کہتے۔ شمع پہ جل کے مستقبل کی پروانے نہیں کہتے

خلافِ ادب کوئی بات فرزانے نہیں کہتے۔ کبھی ہوشیار دیوانوں کو دیوانے نہیں کہتے

○

عشق میں مقبول ہر دستور ہو سکتا نہیں۔ جو بھی چاہے وُہ نظرِ منظور ہو سکتا نہیں

ہوش پہ دار و رسن کی تلخیوں کی ہے سزا۔ دار پر جو بھی چڑھے منصور ہو سکتا نہیں

○

وقت رہبر ہے وقت راہ زن ہے۔ ابرِ نیسان وا برزِ ہمّن ہے!

آگے پیچھے ہمارا سایہ ہے۔ دوست دن ہے تو رات دشمن ہے

○

جہاں تک ہو سکے سب سے مہربانی سے پیش آؤ

خلوصِ دِل سے اور آدابِ انسانی سے پیش آؤ

کسی انسان کو تم ہاتھ سے کچھ دو نہ دو بیشک
مگر اتنا کرو کہ خندہ پیشانی سے پیش آؤ

کہے دانا کہ جو ناداں وہ دانا ہو نہیں سکتا
جو اچھوں کو بُرا سمجھے وُہ اچھا ہو نہیں سکتا
صداقت کو چھپاؤ اور وُہ چھپتی چلی جائے
کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے ایسا ہو نہیں سکتا

بُری لگے نہ کسی کو وُہ سب سے بات کرو
کرو ضرور جو لازم ہے ڈھب سے بات کرو
نظر میں ہوش بزرگوں کی تم عزیز رہو
سرِ نیاز جھکاؤ ادب سے بات کرو

کلامِ خوش کُن و لطیف بائد ساخت

کلامِ ہر کس و ناکس خفیف بائد ساخت

کلام در خورِ محفل و بر محل موزوں

کلام حسبِ شعورِ شریف بائد ساخت

نیازِ عشق و الفت بے نیازِ عشق کیا جانے؟

نمازیٔ مذہب و ملت کا نمازِ عشق کیا جانے؟

لباسِ زہد و تقوے پہن کر ناصح نکلتا ہے،

جو ترکِ عشق کر بیٹھا وہ رازِ عشق کیا جانے؟

اپنے جینے کے لئے موت جہاں کی چاہی

اپنے مرنے کے لئے قبر نشاں کی چاہی

روزِ اوّل سے یہ اِنساں کا دستور ہے ہوش

نارِ دوزخ کے عوض سیرِ جناں کی چاہی

ابرِ نیساں نے برس کر کیا ہ کیا ؟ سیپ کو موتی دِیئے کافور کیلے کو دیا

رِزق کا داتا بنا ہر جانور کے واسطے۔ زہرِ قاتِل حلق میں ہر ناگ کالے نے لیا

سُوزِ غمہائے محبّت ہی ترانہ ہے میرا۔ ہر جگہ نغمہ و نعرہ عاشقانہ ہے میرا

گوشۂ کنجِ قفس میں ہے دُعا پھُولے پھَلے

وُہ شجر وُہ شاخ جِس پر آشیانہ ہے میرا

شکوۂ ہوش

ماضی و حال

وہ بادۂ مستی تھی یہ مینا بدوشی ہے ۔ وہ محفلِ ہستی تھی یہ بزمِ خموشی ہے

اے ہوش نمائش کی دلدادہ ہے اب دنیا ۔ وہ حسن پرستی تھی یہ حسن فروشی ہے

کسی کا کوڑیوں کے مول جھنگا کام بکتا ہے ۔ کئی خالی دکانیں ہیں کہ جن کا نام بکتا ہے

کئی مٹی میں رُل جاتے ہیں گوہر لعل پیروں میں ۔ چنے کے مول نا قدری سے ہر بادام بکتا ہے

جس بزم میں یا رب کسی کا کوئی مہرباں نہ ہو ۔ جنسِ گراں کا کوئی یہاں قدرداں نہ ہو

اُس بزم میں ہمیشہ رہو ہوش اس طرح ۔ پہلو میں جیسے دل نہ ہو منہ میں زباں نہ ہو

اُلفت بھری وہ پیار بھری زندگی کہاں

خونِ جگر میں پہلے سی وہ لالگی کہاں

ہر اک ادا میں ہوش بھرا بانکپن تو ہے۔ قربان جس پہ جایئے وہ سادگی کہاں

○

جذبۂ ایثار کی سب میں کمی پاتا ہوں میں۔ میل ہر آئینۂ دل پر جمی پاتا ہوں میں

سب میں خود غرضی ہے اور حرص و ہوا۔ اہلِ بینش کی نگاہوں میں نمی پاتا ہوں میں

○

سازِ ہستی میں وہ اب سوز دروں باقی نہیں۔ اب محبت کی رگوں میں موجِ خوں باقی نہیں

جہر الفت کے فسانوں سے فسوں جاتا رہا

اب دلوں میں ہوش وہ صبر و سکوں باقی نہیں

○

جہاں توہینِ مذہب ہو جہاں تضحیکِ ملّت ہو!

جہاں نفرت میں کثرت ہے جہاں الفت میں قلت ہو

وہاں اے ہوش تخمِ شر کے دہقان شیخ و پنڈت ہیں

جہاں انسان سے انسان کی تخریبِ ذلّت ہو!

کچھ مُفلسوں اور غریبوں کو لُوٹ کر

کچھ مُخلصوں اور حبیبوں کو لُوٹ کر

جتنے بنے امیر ہیں بنے ہُوئے ہوش اِسطرح

اپنے لئے کسی کے نصیبوں کو لُوٹ کر

سَب کچھ ہے میسّر اَے اَمیرو تمہیں زر سے

اِک چیز ہے جو پاس تمہارے نہیں ہوتی

وُہ پاک و مقدّس ہے غریبوں کی مُحبّت

جو دِل سے ہے دولت کے سہارے نہیں ہوتی

خُون پی لینا ہُوا تیرا غریبوں سے پیار

صاحبِ زر دیکھ لی تیری سخاوت دیکھ لی

تُو نے ہر موقعہ پہ دَولت سے کیا اپنا شکار

تیری ہر مزدُور و مفلس سے محبّت دیکھ لی

○

اپنی تعمیر سے تو غیر کی تخریب نہ کر۔ جس سے ناکام ہو نادار کوئی کام نہ کر

اَپنے بہبُود سے تُو اَور کو بَرباد نہ کر۔ اَیسے اخلاق سے تہذیب کو بَدنام نہ کر

○

گوش بر آواز ہو اَے خود غرض سرمایہ دار۔ تیرا دِل دیکھا ہے میں نے تیری دولت دیکھ لی

مسجد و مندر کی تعمیریں ہیں تیرے اشتہار۔ تیری خیرائیت کی رغبت بہرِ شہرت دیکھ لی

تو نے مفلس کو دیا دھوکا خدا کے نام پر۔ تیری ہمدردی میں بے رحمی کی شدت دیکھ لی

پرسشِ اعمال سے غافل ہے ہر سرمایہ دار۔ حق پرستی سے ہمیشہ ان کی نفرت دیکھ لی

دیکھ لے اَے ہوش تو یہ بھی تماشہ دیکھ لی

بزمِ عالم میں امیروں کی امارت دیکھ لی

○

سرمایہ دار

جنکی خود غرضی سے بیکس بے نوا ناشاد ہیں۔ جنکی مرضی سے کروڑوں خانماں برباد ہیں

میں بھی ان سرمایہ داروں کا رہا خادم اے ہوش۔ مجھکو بھی بے دردیاں انکی ہزاروں یاد ہیں

زاہد ملے ہیں شیخ ملے پارسا ملے۔ پنڈت ملے پجاری ملے اے خدا ملے

ملنے کو تو ہزاروں ملے ہوش کو مگر۔ جتنے ملے فقط تیرے نام آشنا ملے

مقدر کی یہ لاعلمی اگر اے مہرباں نہ ہو۔ تو پھر شاید کبھی ہم کو غم سود و زیاں نہ ہو

زندگی

زندگی عزم شجاعت زندگی رزم سعید۔ زندگی فتح مقدس زندگی ہنگام عید

زندگی مردانہ حکمت زندگی زندہ دلی

زندگی بہر امید رحمت ہل من مزید

زندگی

زِندگی اِک اضطراب کا نام ۔ زِندگی اِک سِلسلۂ دم کا نام
زِندگی اِک کشمکش شام وسحر ۔ زِندگی اِحساس بیش وکم کا نام

جوانی

جوانی اِک بہارِ زندگی کا نام ہوتا ہے ۔ سرِ بازارِ ہستی اِک بپا ہنگام ہوتا ہے
اِنہی ایّام میں شیخ وبرہمن کی اجازت سے ۔ عطا معصُوم فِطرت کو گُناہ کا جام ہوتا ہے

زندگی کو چھوڑ اور زندہ دِلی کی بات کر ۔ عشق ہے تو مُدعائے زندگی کی بات کر

جامِ کوثر کی ہوس ہیں ترکِ مے جوشِ طلب
زاہدِ مشفق اِدھر آ مے کشی کی بات کر

فراموشی

سُرورِ زندگی میں سَب قضا کو بھول جاتے ہیں

حکومت کے نشے میں سب خدا کو بھول جاتے ہیں

ہزاروں میں کوئی دو چار انسان ہوش ہیں ایسے

جو عظمت پا کے عظمت کی ادا کو بھول جاتے ہیں

انتہائے غم ہے آغازِ مسرت کا پیام

یعنی اک تمہیدِ غم ہے ہر خوشی میرے لئے

ضرورت

عشق میں انسان کو یوں بیباک ہونا چاہیئے۔ دھجیاں دامن گریباں چاک ہونا چاہیئے

خاک کا ناپاک پتلا پاک ہونا چاہیئے۔ خاک ہو جانے سے پہلے خاک ہونا چاہیئے

ضرورت

اشرف المخلوق میں حُسن شرافت چاہیئے ۔ حضرتِ انساں کا دِل زِندہ سلامت چاہیئے
جب کسی محفل میں جاؤ ہوش جاؤ اسطرح ۔ بیٹھے اُٹھنے کی کہنے کی لیاقت چاہیئے

○

ضرورت

کرم کر فیض کر اپنے عدوئے جاں نستان پر بھی
ہمیشہ مہرباں بن کر دکھا نا مہرباں پر بھی
بوقتِ طیش بھی تو بخش دے غلطی رقیبوں کی
ضرُورت نیکیوں کی ہے زمین و آسماں پر بھی

○

رندانہ

مے فریضہ شاعروں شاہوں کا غم خواروں کا ہے
مے تسلی بخش دار و درد کے ماروں کا ہے
ذکرِ مے تو ہوش ہے جنت میں بھی دوزخ میں بھی
نام کیوں بدنام پھر دنیا میں مے خواروں کا ہے

○

شغلِ مے نوشی سے پرہیز بھی ہے پابندی
اپنی آزادی سے جو جیتا نہیں ٹھیک نہیں
ترکِ مے ٹھیک سہی تیری نظر میں زاہد
میرے نزدیک تو جو پیتا نہیں ٹھیک نہیں

○

زاہد مجھے نہ روک تو پینے سے بار بار ۔ کہنے سے تیرے چھوڑ چکا ہوں ہزار بار

یعنی تو ترکِ مے کی وکالت کو چھوڑ اب ۔ توبہ بھی کر کے دیکھ لی دو بار چار بار

میں وہ مے نوش ہوں جو جام پیئے جاتا ہوں ۔ جام پر جام صبح و شام پیئے جاتا ہوں

فرمانبردار ہوں زاہد کا بھی اے ہوش مگر ۔ توبہ رہ جاتی ہے ناکام پیئے جاتا ہوں

صوفی رہ کر شراب پیتا ہوں ۔ ہر گھڑی بے حساب پیتا ہوں

توبہ سمجھے نہ مے کشی جانے ۔ کون سی میں جناب پیتا ہوں

ساقی تو آج ایسی مے خوشگوار دے ۔ میں پیتا جاؤں اور کہوں بار بار دے

کچھ اس ادا سے کہ نشے کو نکھار دے ۔ رنج خمار بادۂ ہستی اُتار دے

شیخ کہتا ہے کہ پینا چھوڑ دے ۔ رند کہتے ہیں کہ توبہ توڑ دے!

میں نے ساقی کا اشارہ پا لیا ۔ وہ جدھر چاہے طبیعت موڑ دے

ساقی سے محتسب ہے پیرِ مغاں سے ہے۔ جنّتی ہے جسقدر ملی جو بھی یہاں سے ہے

زاہد بتا! جو تجھ کو ہے کچھ فیضِ آگہی۔ حصّے میں رندِ ہوش کے آئی کہاں سے ہے

○

فخرِ دانش گر بسے علماء نہند۔ در مجالس جائے ایشانش بلند

بے عمل گر زہد و تقویٰ و نماز۔ روزِ پرسش ایں قرینہ ناپسند

○

ناصح اگر گناہ ہے حسینوں کا چاہنا۔ حورانِ خلد بھی تو حسینوں کا نام ہے

جنّت کا ہر خیال ہے عشرت کی آرزو۔ زاہد بھی پارسا بھی ہوس کا غلام ہے

○

عقل و دانش کے فریبوں سے جنوں اچھا رہا۔ بے قراری سے تو یہ ربطِ سکوں اچھا رہا

بس نیّر آساقی سے اپنی ہوش منزل ڈھونڈلی۔ صحبتِ شیخ و برہمن سے بروں اچھا رہا

○

مقامِ حیرت

بزمِ ہستی بھی تماشا ہے عجیب۔ ہر کسی دل میں تمنا ہے عجیب

مرنے جینے کی ہے سب ہیں آرزو۔ عقل و دانش کا یہ دھوکا ہے عجیب

ہر گھڑی دِل میں کوئی خلش طلب پاتا ہوں میں

ہر نفس پر ہی فریبِ زندگی کھاتا ہوں میں

جب کسی بچھڑے ہوئے کی یاد آجاتی ہے ہوشؔ

ملنے والوں کی خوشی پر اَشک برساتا ہوں میں

آجکل زورِ سیاست ہر طرف۔ ہو گیا ایمان رُخصت ہر طرف

ہوشؔ اَب صبر و سکوں باقی کہاں۔ پڑ گیا قحطِ محبت ہر طرف

خدا کے ناموں پہ دست و گریباں کا کیا ہے مطلب

بتاؤ خواہ مخواہ کی اس پریشانی کا کیا ہے مطلب

تیرے منشور میں یہ ہوشؔ ہے ہندو بھی کافر بھی

بنا کے شیخ پھر الٹی مسلمانی کا کیا؟ مطلب

شعر! تیری توحید پر اتفاق ہے سب کو یارب

نام پر تیرے ہیں سب دست و گریباں مگر

عشق کے پاک مقدس وہ قرینے نہ رہے ۔ جن میں دل رہتے تھے مست وہ سینے نہ رہے

چڑھ گیا دار پر منصور انا الحق کہہ کر ۔ بر سر بام پہنچنے کے وہ زینے نہ رہے

(۹)

آنکھوں سے نگاہوں نظروں سے ہر اپنا بیگانہ دیکھ لیا

الفت سے محبت سے خالی ہے سارا زمانہ دیکھ لیا

اے ہوش یہ دنیا مطلب کی یہ سارے تعلق غرضوں کے

یہ آج نیا قانون نہیں دستور پرانا دیکھ لیا

منزلِ عشق میں ہم شوق کے مارے آئے
ضعفِ پیری تھا مگر دل کے سہارے آئے

یقین و اعتقاد

مانا کہ تم خدا نہیں شانِ خدا تو ہو ۔ قبلہ نہیں تو نہ سہی قبلہ نما تو ہو!
ملنا سُراغِ حق ہے رجوعِ مجاز سے ۔ بے شک کہ تم حسین نہیں حُسن ادا تو ہو

○

طلبِ راحت کا رنج حاصل ہے ۔ کس نے پایا جو مانگتا دل ہے
حسبِ خواہش حصول مشکل ہے ۔ قربِ منزل بہ شوقِ منزل ہے

○

کون ہے زاہد یہاں مئےخوار کون ۔ دیکھئے جنت کا ہے حقدار کون

ہم یہاں پیتے ہیں زاہد واں پیئے ۔ کون ہے کافر بھلا دیندار کون

محبِ وطن

شہید

شہادت جذبۂ ایثار و غیرت کی نشانی ہے ۔ شہادت جوشِ جانبازی کا عزم کامرانی ہے

شہیدِ قوم کا تو خونِ رگِ جاں رنگ لاتا ہے ۔ حدیثِ قوم میں حاصل حیاتِ جاودانی ہے

مردِ مومن

ہر قدم پر ہر روش پر جو امن پیدا کرے ۔ جو رضا کارانہ ربطِ انجمن پیدا کرے

مردِ مومن ہوش میں کہتا اس انسان کو ۔ جو وطن میں جذبۂ حبِ وطن پیدا کرے

مردِ یتیم

کوئی بھی انسانِ آدم زاد یتیم ہرگز نہیں ۔ کوئی بھی یاں خانماں برباد یتیم ہرگز نہیں

اے ہوشؔ جو محروم ہے علم و ادب سے ہے یتیم ۔ مر چکے ماں باپ کی اولاد یتیم ہرگز نہیں

مساوات

نظر میں تیری خار و گل ہوں برابر! ۔ نگاہ میں تیری زاغ و بُلبُل ہوں برابر

تیرے دل کی حُسنِ مساوات یہ ہو! ۔ سمجھ میں تیری جزو و کُل ہوں برابر

○

موت سے بُھوک بری بُھوک سے افلاس بُرا

درد کا ضبط بُرا ضبط کا احساس بُرا!

اس سے اے ہوشؔ بُرا فطرتی شاعر کا نصیب

جس کو خوددار طبیعت کا رہا پاس بُرا!

○

آوازِ ہوش

اِس نظارِ دلفریب کا دھوکا ہے چند روز ۔ جی بھر کے کیجئے کہ تماشا ہے چند روز

قدرت ہے ہوشؔ حشر کے سامان کر رہی ۔ ہر ایک کہہ رہا ہے کہ دنیا ہے چند روز

○

اب زمانہ رکشِ تخریب ہے شام و سحر ۔ سب دلوں میں اضطرابِ برقِ عالم سوز ہے

ہر طرف بربادیٔ تہذیب ہے شام و سحر ۔ ہر قدم پر لغزشِ پائے نظر ہر روز ہے

○

سائنس نے سیاست اِنسان کو گھیرا ہے ۔ خود بینی کا خود غرضی خود رائی کا ڈیرا ہے

اے ہوشؔ نظر آتے عنوان ہیں کچھ ایسے ۔ اِس روشنی میں پیدا ہونے کو اندھیرا ہے

○

ظاہری نظروں میں گو ہندوستاں خطرے میں ہے ۔ درحقیقت خرمنِ امن و اماں خطرے میں ہے

چین کی آغوش میں لیتی ہے محشر کردٹیں ۔ جنگ عالمگیر سے سارا جہاں خطرے میں ہے

○

نہ خطرہ چین کا ہمکو نہ پاکستان کا خطرہ ۔ نہ امریکہ کا ڈر ہم کو نہ انگلستان کا خطرہ

اگر خطرہ ہمیں ہے ہوش تو خطرہ یہی ہر دم ۔ وطن غدار ہر انسانِ بے ایمان کا خطرہ

○

متحد ہو جائیں گے جسدم بلادِ شرقیہ ۔ مشتعل ہو جائیگا از خود جہانِ عربیہ

قہرِ قدرت ہوگا نازل اُس گھڑی انساں پر ۔ جنگِ عالمگیر پھر اے ہوش ہو گی شرطیہ

انسدادِ غریبی

رہائش اور آرائش کے اخراجات کم کردو ۔ نمائش اور تکلف کی بسر اوقات کم کردو

تو لازم ہے کہ دنیا کی غریبی دور ہو جائے ۔ جدید انداز کے پیدا شدہ حالات کم کر دو

قدرِ دولت

دولت کی قدر مفلس نادار سے پوچھو ۔ صحت کی قدر پوچھو تو بیمار سے پوچھو

راحت بھرے آزادی کے لمحات کی قیمت ۔ پابندِ قفس مرغِ گرفتار سے پوچھو!

یادِ رفتہ و پیوستہ

کسی مجبور کی حالت کوئی مختار کیا جانے ۔ دلِ مزدور پر کیا کیا ہے یہ زردار کیا جانے

غلامی میں رہی قومِ وطن کی ہوئی جو حالت ۔ اُسے خود غرض کیا سمجھے اُسے غدار کیا جانے

شعرائے وطن

تم شاعرِ قومی ہو تو اِک بات بتا دو ۔ ہر قوم کے خدّام کی خدمات بتا دو

ہر دور کی تاریخ کے اوراق الٹ کر ۔ ماضی کی غلامی کی وجوہات بتا دو

غدارِ وطن

جو لوگ کہ اس دَور میں غدّارِ وطن ہیں۔ جو لوگ کہ اَب کاشفِ اسرارِ وطن ہیں
اَے ہوش مجھے تو ہی بتا بے باک زباں سے۔ یہ لوگ بھی کیا، حامیٔ سرکارِ وطن ہیں

مشورہ

بدلتے جا رہے ہیں دِل دوں چال ڈھنگی بدلو۔ وگرنہ خود کبھی بدلو گے بہتر ہے ابھی بدلو
رہِ رنگینیٔ حُسنِ عمل میں تازگی لاؤ۔ جو ہے حرص و ہوا پر منحصر وہ زندگی بدلو

حُسنِ معذرت

شاعرِ گم نام و گم گشتہ ہُوں مَیں! ۔ رنج و غم کا رازِ سربستہ ہُوں مَیں
کُنجِ تنہائی میں دِل خستہ ہُوں مَیں! ۔ ہوش اِن شعلوں سے وابستہ ہُوں مَیں

من نمے دانم دَر نحو و صرف ! ۔ مَن نمے خوانم شرحِ لفظ و حرف

طبع موزوں ہوشؔ میدارم منم ۔ گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

○

تعریف کی حاجت ہے، نہ انعام کی خواہش ۔ حضرت کے اَلطاف نہ اکرام کی خواہش

اَے ہوشؔ جو برحق ہے کھلے طور کہوں گا ۔ تکلیف کی پرواہ ہے نہ آرام کی خواہش

شامِ غریباں

غموں میں قوم اپنی مبتلا سی دیکھتا ہوں میں ۔ وہی شامِ غریباں کی اُداسی دیکھتا ہوں میں

میرا احساسِ غم سے ہوشؔ سینہ چاک ہوتا ہے ۔ یہاں بھی ہوئی صورت ذرا سی دیکھتا ہوں میں

قسمت

قسامِ ازل سے حصّے میں جو آیا وہ قسمت ہے، ۔ شہرِ اعمال کے بدلے میں جو پایا وہ قسمت ہے

زمیں سے آسماں تک ہو رہا ہے تیسخ کا چکر۔ بزرگوں نے تناسخ جس کو فرمایا وہ قسمت ہے

لاکھ بندہ ولی پیغمبر ہو

پھر بھی انسان خدا نہیں ہوتا

قہرِ قدرت کا نزول

زلزلے طوفان آندھیاں آنیکو ہیں۔ لا دوا اَب سینکڑوں بیماریاں آنیکو ہیں

روشنی کے دور میں تاریکیاں آنے کو ہیں۔ مشرق و مغرب میں از بس تلخیاں آنیکو ہیں

حق سلامت یادِ باطل بے نشاں ہو جائیگا

چند سالوں میں تہ و بالا جہاں ہو جائیگا

سیاست کیا ہے؟

آتش حرص و ہوا کی ایک چنگاری ہے یہ - جو علاجوں سے بھی بڑھتی جائے بیماری ہے یہ

یہ جہاد شور و شر ہے اصل مکاری ہے یہ - اپنی خاطر سب سے دھو کا باز ہوشیاری ہے یہ

اس کا ہر قہر و غضب ظلم و ستم ایمان ہے

اس کا حامی جو بھی ہے شہ ظاہری انسان ہے

مقام سیاست

محفلوں میں محلبوں میں سب اداروں میں ہے ہوش - صوفیوں ندوں میں شخوں بادہ خواروں میں ہے ہوش

دفتروں میں افسروں میں اہلکاروں میں ہے ہوش - مندروں میں مسجدوں میں گوردواروں میں ہے ہوش

جنم لیتی ہے سیاست اور جواں ہوتی ہے آج

اس سے پیدا تلخیٔ امن و اماں ہوتی ہے آج

زمیں سے آسماں تک ہوش ہے تسبیح کا چکر۔ بزرگوں نے تناسخ جس کو فرمایا وہ قسمت ہے

لاکھ بندہ ولی پیغمبر ہو

پھر بھی انسان خدا نہیں ہوتا

قہرِ قدرت کا نزول

زلزلے طوفان آب آندھیاں آنیکو ہیں۔ لا دوا اب سینکڑوں بیماریاں آنیکو ہیں

روشنی کے دور میں تاریکیاں آنے کو ہیں۔ مشرق و مغرب میں از بس تلخیاں آنیکو ہیں

حق سلامت یادِ باطل بے نشاں ہو جائیگا

چند سالوں میں تہ و بالا جہاں ہو جائیگا

سیاست کیا ہے؟

آتش حرص و ہوا کی ایک چنگاری ہے یہ ۔ جو علاجوں سے بھی بڑھتی جائے بیماری ہے یہ

یہ جہاد شور و شر ہے اصل مکاری ہے یہ ۔ اپنی خاطر سب سے دھوکا باز ہوشیاری ہے یہ

اس کا ہر قہر و غضب ظلم و ستم ایمان ہے

اس کا حامی جو بھی ہے شہ ظاہری انسان ہے

مقامِ سیاست

محفلوں میں مجلسوں میں سب اداؤں میں ہے ہوش ۔ فتنوں میں ندوں میں شبخوں بادہ خواروں میں آئے ہوش

دفتروں میں افسروں میں اہلکاروں میں ہے ہوش ! مندروں میں مسجدوں میں گوردواروں میں ہے ہوش

جنم لیتی ہے سیاست اور جواں ہوتی ہے آج

اس سے پیدا تلخئ امن و اماں ہوتی ہے آج

دھرم اور سیاست

دھرم سے ہرگز سیاست کا ملاپ اچھا نہیں ۔ یہ خودی وہ بے خودی دونوں کا جاپ اچھا نہیں

خواہ مخواہ کرتا ہے جو انسان پاپ اچھا نہیں ۔ حق میں باطل کا دخل سوچیں جو آپ اچھا نہیں

دامن جمہور پر آئے ہوش چھاپ اچھا نہیں

بے ضبط بے ربط ہے اس کا ملاپ اچھا نہیں

یونین کے حامی

یونین کے حامیو! یہ لطف بے پایاں نہیں ۔ کوئی یکطرفہ حمایت شان کے شایاں نہیں

آپ نے کہنا ہم ہیں مشترکہ محاذوں کے وکیل ۔ اور ہم میں امتیاز دایاں و بایاں نہیں

یوم پیدائش

کسی کا یوم پیدائش منانے کا سبب سمجھو ۔ کسی کی یاد میں دیپک جلانے کا سبب سمجھو

کسی پر پھول نثر دھا کے چڑھانے کا سبب سمجھو۔ کسی کی موتی دل میں بٹھانے کا سبب سمجھو

اگر سمجھا نہیں تو خاک سمجھا ہے زمانے کو

یوں ہی دفنا دیا اپنے بزرگوں کے خزانے کو

فلسفۂ تعلیم یا مذہب پر تعلیم کا اثر و تاثر

کسی کے حالِ دِل کی آشنائی فلسفہ ۔۔ ہر بشر کو دل سے سمجھے بہن بھائی فلسفہ

علم سے تہذیبِ انساں کو ملے پاکیزگی ۔ ہوش کے نزدیک بحث پارسائی فلسفہ

(—)

حسن دولت ہو حکومت ہو کہ بے عقلی ہو ۔ وقت پڑنے پہ رہِ راست بھلا دیتے ہیں

ان کا اندازِ جداگانہ خطرناک ہے ہوش ! ۔ یہ جہاں چار ہوں مقدر کو سلا دیتے ہیں

انسان

حاصلِ قدرت کا انساں صنعتِ افضل ہے تو ۔ اشرف المخلوق و برتر با دماغ و دل ہے تو

تیری ہستی کو عطا ہیں افعال کی مختاریاں ۔ اور فرشتوں کی اطاعت میں نا شامل ہے تو

ماہ و خورشید انجم ستاروں میں ہے تیرا احترام

اور تیرے امن و اماں سے ہے زمیں دارالسلام

قطعاتِ تاریخ و سنہ وفات ہائے مشاہیرِ وطنِ عزیز ہند

—— (۱) ——

قطعہ سنِ وفات پوجیہ پتا مہاتما گاندھی جی؟

جب سُنا ہم نے پتا گاندھی ہوئے جنت نصیب ۔ دِل سمٹ کر رہ گئے ہر چشم باراں ہو گئی

رہبرِ قوم و وطن مردِ مدبر چل بسا ۔ دیدۂ جمہوریت پُر اشک و حیراں ہو گئی

مشرق و مغرب کی دُنیا میں اندھیرا چھا گیا ۔ مجلسِ خورشید و ماہ غمخوارِ انساں ہو گئی

بے نیاز مذہب و ملت لیکتا کے دیوتے ۔ تجھ سے ملحق دُنیائے ہند و مسلماں ہو گئی

شدتِ غم ہیں لکھا یوں ہوشؔ نے سن وفات ۔ کچھ سیاہ کیوں حیف ہے شامِ غریباں ہو گئی

سنہ ۱۹۴۸ء

(۱)

قطعہ سن وفات فخرِ وطن محبوب نیتا پنڈت جواہر لال نہرو جی

ناگہاں ریڈیائی سرکار سے آئی خبر ۔ نہرو ئے دلشاد اپنی جاں دے کر چل بسا

بے نیاز جاہ و حشمت اور حب وطن ۔۔ مادر ہندوستاں سے پیار لیتا چل بسا

فرطِ غم سے ہوش میں آ کے ہم نے جو سالِ وفات ۔ حسرتا وا حسرتا محبوب نیتا چل بسا

۱۹۶۴ عیسوی

(ح)

ناگہاں اخباروں میں غم کی خبر شائع ہوئی ۔ جن کی سرخی تھی وطن کا آج نہرو مر گیا

چھا گئی غم کی گھٹا آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔ ہر کس و ناکس کی رکھتا لاج نہرو مر گیا

سن ہجری ہجر نہرو میں لکھو اے ہوش یوں ۔ وائے اف کہ بادشاہ بے تاج نہرو مر گیا

۱۳۸۴ ہجری

O

(۱)

قطعاتِ وفات شری لال بہادر شاستری جی

دشتِ غربت سے اَچانک پُر اَلم آئی صدا

اَشک آلودہ ہُوئے لیل و نہارِ تاشقند

لعل بہادر چل بسے جنّت کو دُنیا چھوڑ کر

لے گئے ہمراہ وُہ صبر و قرارِ تاشقند

اُف وطن سے اُٹھ گیا مردِ مُفکّر اُٹھ گیا

اُٹھ گیا ہندی دِلوں سے اِعتبارِ تاشقند

فرطِ غم میں ہوش لکھ یہ عیسوی سالِ وفات

ہُف سبھی ماتم کُناں ہیں سبزہ زارِ تاشقند ۱۹۶۶ عیسوی

شدّتِ اِحساس میں ہے سن ہجری ہوش یوں ۔ وائے ہم بھولیں گے کیسے یادگارِ تاشقند

۱۳۸۶ ہجری

(3)

تاشقند ہی حاکموں نے یہ خبر دی ہند کو ۔ فقر کی دولت سے مالامال انساں چل بسا

سازِ جمہور جہاں سے سوزِ غم پیدا ہُوا ۔ میزبانی پر گیا محبوبِ جہاں چل بسا

سالِ رحلت شاستری کا بکرمی ہے ہوش یہ

حسرتا وا حسرتا اُف ماہِ تاباں چل بسا

سن ۲۰۲۲ بکرمی

(۱)

قطعات وفات جناب پنڈت لبھو رام جوش ملسیانی

جوش چوں آمد درونِ صحبتِ اہلِ سخن ۔ در چمن آمد بہارِ موسمِ اُردو زباں

خبرِ مرگِ ہوش چوں آمد میانِ انجمن! ۔ گلشنِ اُردو بدیدم درکفِ دستِ خزاں

در وفورِ غم نوشتم سن بجرم ہوش من ۔ اُف کجا آں آفتاب فرشِ خاکِ ملسیاں

سن ۲۰۲۲ بکرمی

(۲)

خبرِ مرگِ جوش سنکر شاعروں کو غم ہوا ۔ بن گیا ماتم کدہ ہر صحنِ اہلِ سخن

یادگارِ میر و مرزا تھے جنابِ اس دور کے ۔ رہ گیا اب کون باقی شاعرِ استادِ فن

عاشقِ نظم و غزل شیدائے بحر و عروض ۔ دل میں تھا سوز و گدازِ خدمتِ قوم و وطن

جنبشِ نوکِ قلم بر روئے کاغذ زر نگار ۔ بندشِ الفاظ و معنی رنگِ نو طرزِ کہن

حق پرستی حق شناسی حق پسندی کیلئے ۔ گنج شعروں میں بھرے لعلِ یمن دُرِّ عدن

جاں بحق ہونے کا موجب اجاگا پیری سہی ۔ عرش کا مرنا بنا کچھ باعثِ نیروئے تن

پوچھنے والوں سے کہدو ہوش یہ سنِ وفات

قبلۂ من جوش یاں خاموش ہیں زیرِ کفن

سنہ ۱۹۷۶ عیسوی

(۳)

چوں خبرِ مرگِ جوشؔ شُنیدم ناگہاں ۔ بزمِ سُخن خرابۂ ماتم کدہ بشُد

فرزندِ اَرجمند وغمِ عشقِ شاعری ۔ واحسرتا کہ جوشؔ را سیلابِ غم ببُرد

بادِ سموم و بادِ خزاں چوں اثر بدید ۔ گلہائے شعر و شاعری واحسرتا فسُرد

یارب تو اُو را نعمتِ جنّت نصیب کُن ۔ آں کس در حیاتِ غمِ روزگار خوُرد

یارب دُعائے مغفرت برقتِ فاتحہ ۔ اِنساں درد مندِ جہاں را تو را سُپرد

سالِ وفاتِ جوشؔ چگوں ہم بگوائے ہوشؔ ۔ فرطِ اَلم بداد دِلم جوششؔ خود بخود

۱۹۶۶ء

قطعات وفاتِ جنابِ اعجاز اللسان پنڈت میلا رام وفاؔ صاحب

ہوشؔ سنتے ہی وفاؔ صاحب کے مرنے کی خبر ۔ کہدیا سب نے کہ اُف طب اللسانی اُٹھ گیا

مُرشدِ شعر و سخن مولائے بہبود و وطن ۔ مخزنِ اُردو زباں کا شاہِ دانی اُٹھ گیا
ہوش نے مرگِ وفا کا سن ہجری یوں لکھا ۔ ہائے سچا راہ نما ہندوستانی اٹھ گیا
سن ۱۴۰۰ ہجری

(۷)

صُبحدم اخباروں میں مرگِ وفا شائع ہوئی
سنتے ہی دِل سے خیالِ ما و من جاتا رہا
جس کے دل میں خدمتِ قوم و وطن تھی اِسقدر
جوش میں جو خادم الخُدّام بن جاتا رہا:
کس لئے مرگِ وفا کا شاعر کو غم نہ ہو؟
جبکہ ان کا مُرشد اُستاد فن جاتا رہا

○

مکتبِ شعریں سے فیضِ نظم کو رُخصت ہوئی

دلِ شکن ہو کر طلب گارِ سخن جاتا رہا

اُٹھ گیا شعرا کے سر سے سایۂ تلمذا کے ہوشؔ

اَب حسینانِ اَدب کا بانکپن جاتا رہا

جس نے قید و بند میں دُشمن کہا انگریز کو

جو سرِ مَیدان مر جانے پہ بضد جاتا رہا

پوچھنے والے وفا کا سالِ رحلت ہوشؔ ہے

یار لکھ لیں ہف پرستارِ وطن جاتا رہا

۱۹۸۰ عیسوی

از ہوشؔ

○

حسرتا مرگِ وفا کی ناگہاں آئی خبر ۔ سنتے ہی سب نے کہا وا حسرتا ہے ناگوار

جانشینِ داغ و حالی جوشؔ کا ماتم تھا کل ۔ آج پھر ماتم وفا کا اے قضا ہے ناگوار

عالمِ اُردو ادب میں عالمِ ماتم ہے آج ۔ اُف صحافی اور شاعر چل بسا ہے ناگوار

چند سالوں سے شبِ غم کا رہا دھڑکا ہمیں ۔ اُس شبِ غم کی مگر اب انتہا ہے ناگوار

اے خدا مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت ۔ لیکن اُس کی پُرسشِ جُرم و خطا ہے ناگوار

بہرِ تسکیں ہو اُسے ہر گوشۂ جنت نصیب ۔ اُس کے رُوح پر بار کوئی بھی پڑا ہے ناگوار

آج کی بزمِ سُخن ماتم کدہ کیونکر نہ ہو ۔ سامعین و حاضریں مرگِ وفا ہے ناگوار

بکرمی سمت اگر تم سے کوئی پوچھے اے ہوشؔ

سن بکرم ۲۰۳۶

کہدو پھر ماتم وفا اے قضا ہے ناگوار

امرتسر ۱۹-۹-۸۰
جالندھر ۵-۱۰-۸۰

قطعات سنہ وفات پوجیہ بھارت رتن شریمتی اندرا گاندھی جی

(۱)

مانا کہ دار الفنا میں ہے کسے حاصل بقا ـ پھر بھی مرگِ ناگہانی ہے بڑی حسرت کی بات

دل سمٹ کر رہ گئے آنکھوں میں آنسو آ گئے ـ جب سُنا بھارت رتن کی بُجھ گئی شمعِ حیات

اُٹھ گیا عالم سے لفظِ اعتقاد و پاسباں ـ پھیر لی مہر و محبت نے نگاہِ التفات

دامنِ اخلاقِ انساں ہو گیا ہے تار تار ـ آتشِ تفریق کی تولید ہے یہ واردات

دُخترِ نہرو کے فیضانِ تدبر کے سبب ـ رشکِ گلزارِ ارم ہیں ہند کے شہر و دہات

مصرعۂ سنِ وفات اندرا یوں ہوش لکھ ـ اِک تیس اکتوبر سنِ عیسوی سالِ وفات

۱۹۸۴

۳۱-۱۰-۱۹۸۴

(۲)

خبرِ مرگِ اندرا گاندھی سُنی ـ سنتے ہی سارا وطن گھبرا گیا!

یک بیک ہندوستاں کے اُفق پر ـ ناگہانی غم کا بادل چھا گیا!

سارا عالم بن گیا ماتم کدہ ـ دیدۂ قدرت میں آنسو آ گیا

ایک سناٹا سا عالم میں ہوا ۔ جب گُلِ زمبک نشاں مُرجھا گیا
اب کسے اہلِ وطن نیتا کہینگے حسرتا ۔ مان لو یہ آخری نیتا گیا
سن ہجرت ہوش لکھ تو اسطرح ! ۔ غم کا بادل ہند پر آہ چھا گیا

(۳)

اندرا کی مرگ سے ہر سُو خموشی چھا گئی ۔ ایک بھارت ورش کیا سارا جہاں خاموش ہے
کون دے سکتا ہے پیغامِ امن عالم کو اب ۔ ہائے جبکہ بانیئے امن و اماں خاموش ہے
عرش سے تا فرش ہے خاموش ساری کائنات ۔ بحر و بر خاموش بزمِ کہکشاں خاموش ہے
معبدوں میں غم سے چپ شیخ و برہمن ہو گئے ۔ نادِ چپ ہند و مسلم کی اذاں خاموش ہے
ہوش لکھ سنِ وفاتِ اندرا گاندھی تو یوں ۔ بس کہ حیرت میں زمیں ہے آسماں خاموش ہے

۱۴۰۵ ہجری

قطعات وفات چیف جنرل وَیدیہ جی ؟

صاحبِ عزم و شجاعت فخرِ افواجِ وطن ۔ اوج پر آئے لگن سے چیف جنرل ویدیہ
فارغ الخدمات ہو کر بھی رہے چوچانِ دل ۔ خوب رو تھے جسم و تن سے چیف جنرل ویدیہ

شدتِ غم میں لکھو اے ہوش یہ سنِ وفات ۔ اُٹھ گیا باغِ وطن سے چیف جنرل ویدیہ

۱۹۸۶ عیسوی

(۲)

روزناموں میں اچانک یہ خبر شائع ہوئی ۔ ہو گئے افسوس اب بے آواز جنرل ویدیہ

بن گیا فرشِ زمینِ ہند اُف ماتم کدہ ۔ اُٹھ گیا میرے وطن کا ناز جنرل ویدیہ

جب زمانے سے حقیقت آشنا اُٹھ گئے ۔ سوئے جنّت کر گئے پرواز جنرل ویدیہ

دیدۂ اہلِ نظر ہے جس کی فرقت سے حزیں ۔ چل بسا عالم وہ ممتاز جنرل ویدیہ

سنِ رحلت ہجری اے ہوش لکھ دو اس طرح ۔ آہ اے شانِ شہادت جنرل ویدیہ

۱۴۰۶ ہجری

(۳)

شدتِ احساسِ غم سے دل سمٹ کر رہ گیا ۔ جب سنا کہ چل بسا خوددار جنرل ویدیہ

آ گیا دستِ قضا کی مار میں و اسمرتا ۔ شیر دل شاہین جگر سردار جنرل ویدیہ

چھپ گئی ہے اک جوان صورت نگاہِ دہر سے ۔ لُٹ گیا ہے اک دُرِ شاہوار جنرل ویدیہ

اپنے فرض العین کو جس نے نبھایا شوق سے ۔ تھے خوش نظر خوش فہم و خوش کردار جنرل ویدیہ

بکرمی سمت وفاتِ ویدیہ ہے ہوش یوں ۔ باغِ جنت میں گیا اک یار جنرل ویدیہ

۲۰۴۲ بکرمی

قطعاتِ وفات جناب سرحدی گاندھی خان عبدالغفار جی؛

(۱)

ناگہاں اخباری دُنیا میں خبر شائع ہوئی ۔ چل بسا دُنیا سے اُف عبدالغفار

جنگ آزاد کا سالار دِل بندہ نواز ۔ اُٹھ گیا گاندھی پتا گاندھی کا جُف عبدالغفار

سن رحلت بکرمی اَے ہوش لکھدے اِسطرح

چل بسا جنّت کو اُف عبدالغفار

۲۰۴۴ بکرمی

(۲)

شورشِ ہنگام ہستی چھوڑ کر ۔ باغِ جنّت میں گئے عبدالغفار

صُحبتِ اِنسان سے حاصل نہیں کچھ اِسلئے ۔ دیوتوں پریوں کی صُحبت میں گئے عبدالغفار

سرحدی گاندھی پتا گاندھی کے پاس ۔ بزمِ رحمت میں گئے عبدالغفار

حسرتا دارالفناہ میں کہاں حاصل سکوں ۔ اِس لئے آرام و راحت میں گئے عبدالغفار

سالِ فرقت خان کا لکھ ہوشؔ یوں

وائے جنت میں گئے عبد الغفار

سنہ ۱۹۸۸ عیسوی
از ہوشؔ

○

قطعاتِ وفات شریمتی پوجیہ پنڈت وجے لکشمی سپُتری پنڈت موتی لعل نہرو جی

—(۱)—

ناگہاں پھیلی وجے لکشمی کے مرنے کی خبر ۔ عالمِ انسانیت سے شانِ انساں چل بسی

سازِ جمہورِ وطن سے یہ صدا آنے لگی ۔ عزمِ ہندوستان کی آہ آخری جاں چل بسی

مشرق و مغرب کا ہر اک مرد و زن غمگین ہُوا ۔ جبکہ غمخوارِ غمِ شامِ غریباں چل بسی

فطرتاً آزاد و دانش مند اک فخرِ جہاں ۔ قیدِ عنصر سے نکل کر روحِ تاباں چل بسی

اِک صفِ ماتم بچھی فرش دیارِ ہند پر ! ۔ جبکہ وُہ صدر الصدورِ بزمِ دوراں چل بسی

اِندرا گاندھی و نہرو تو ابھی بھولے نہیں ۔ پھر وجے دیگر غمِ یادِ بزرگاں چل بسی

ہوشؔ لکھ پنڈت وجے لکشمی کا یوں سالِ وفات

افسوس کہ ہندوستاں کی فخرِ نسواں چل بسی

سن ۱۹۹۰ عیسوی

(۲)

جب سُنا ہمشیرۂ نہرو نے پائی ہے وفات ۔ شہرتِ نام و نشاں فرشِ جہاں سے اُٹھ گئی

شدّتِ غم میں وطن کے سرنگوں پرچم ہوئے ۔ اُف رے جمہورِ وطن حسنِ بیاں سے اُٹھ گئی

سالِ رحلت تم وجے لکشمی کا کہہ ہوشؔ یوں ۔ واہ اچھی راہ نما ہندوستاں سے اُٹھ گئی

سن ۱۴۱۰ ہجری

(۳)

موت کی خبروں کو سُنکر ہوشؔ دِل غمگین ہے ۔ اِس قدر غمگین کہ غم سے روحِ تاباں چل بسی

آج کی اِنسانیت سے مہر و اُلفت دور ہے ۔ ہر بشر حیوان ہُوا ہے اُنسِ اِنساں چل بسی

سالِ رحلت ہوشؔ لکھ پنڈت وجے لکشمی کا یوں ۔ حسرتا ہے ہند سے اُف فخرِ نِسواں چل بسی

از ہوشؔ

سن ۲۰۴۶ بکرمی

قطعات وفات جناب رلا رام رتن پنڈوری (ضلع گورداسپور)

(۱)

جوش سے اُستاد فن شاعر کے بعد ۔ رتن صاحب چل بسے عالم سے اُف

میر و مرزا ذوق و مومن داغ اور حالی مرے ۔ کتنے ہی شاعر گئے عالم سے اُف

بکرمی سمت وفات رتن لکھ اے ہوش یوں

رتن شاعر بھی اُٹھے عالم سے اُف

از ہوش

سن ۲۰۴۶ بکرمی

(۲)

قطعہ دیگر وفات جناب رلا رام رتن پنڈوری ضلع گورداسپور پنجاب

(۲)

رتن کا فن ادب صد قابل تعریف ہے ۔ شعروں کی آسودگی کو واز سر منزل سے لو

حرف موزوں و مناسب ربط فنی پر اثر ۔ قند شیریں کے مزے ہر جدت کامل سے لو

رتن صاحب کو ن تھے کیوں کر ملی سوز سخن ۔ یہ خبر لینی اگر چاہو ہمارے دل سے لو

رتن تھے صوفی طبع اور تارک الحرص و ہوس ۔ معرفت کا رنگ کچھ آساں نہیں مشکل سے لو

آرزو ملنے کی اکثر ہوشؔ کے دل میں رہی ۔ لہروں موجوں کے نظارے بحر کے ساحل سے لو

مُختصر قطعات بہتر یا ہیں قطعاتِ طویل ۔ مشورے ایسے قلم سے یادِ لِ بسمل سے لو

ہوشؔ لکھ پنڈت رتن کا سالِ فرقت عیسوی

رتنؔ شاعر حیف اُٹھا محفل سے لو

از ہوشؔ ۔ سن ۱۹۹۰ عیسوی

قطعاتِ مرگِ ناگہاں عزیز الوطن پوجیہ راجیو گاندھی پردھان منتری بھارت سرکار

(۱)

نوجواں راجیو گاندھی کی یہ مرگِ ناگہاں ۔ سننے والوں کے دماغ و دل کو بیہوشی ہوئی

دیوتا انسان پر یہ راکشوں کا جمگھٹا ۔ خادم الخُدّام کی اُف مرگ بے دودی ہوئی

کیا ہوا؟ کیسے ہوا ۔ کیونکر ہوا میں کیا کہوں ۔ کچھ نہ کہنا بھی تو آخر ایک خاموشی ہوئی

شدتِ احساسِ غم میں سن بکرم یوں آئے ہوشؔ

دیوتا انسان بشر سے کہدو ستم کوشی ہوئی ۔ ۲۰۴۷ بکرمی

قطعاتِ وفاتِ ناگہاں نیکدل شری برج بھوشن جہرہ امرتسر پنجاب

(۱)

جب سُنا کہ برج بھوشن جی جہاں سے چل بسے ۔ نیکدل انسان کے مرنے کا بیحد غم ہُوا

ہر کس و ناکس نے حیرانی میں کی آہ و فغاں ۔ اُف کہ یارانِ اَلم ہر دیدۂ پُر نم ہُوا

سُن میری آواز بھی تو اَے ستمگر آسماں ۔ یہ ستم اِس خوش ادا انسان پر کیا ہکم ہُوا

آتشِ تفریق کے شعلوں سے آندھی آگئی ۔ گُلشن جہر و وفا برہم ہُوا درہم ہُوا

ہوشؔ لکھ سِن وفات برج بھوشن اِس طرح ۔ آہ حسرت ہر کِسی کو غم ہُوا

۲۰۴۷ بکرمی

(۲)

مانا کہ دارُالفنا میں ہے کِسے حاصل بقا ۔ پھر بھی جینے کی تمنّا آدمی کے دِل میں ہے

راہ نُما ہے زندگی ہر نیک بندے کیلئے ۔ ورنہ ہر انسان بھٹکا پھر رہا منزل میں ہے

ہوشؔ لکھ سِن وفاتِ برج بھوشن عیسوی

قوم غم سے شاید بھری محفل میں ہے

۴ر جون ۱۹۹۱ء عیسوی

دَورِ حاضرہ پر ایک نظر

(نظم)

ایثار و محبت کی دنیا سُنسان سی ہوتی جاتی ہے ۔ انسان کی فطرت بدل بدل حیوان سی ہوتی جاتی ہے

ہر شاخ و شجر دیواروں کے بدلے ہوئے سائے کہتے ہیں! ۔ ہر نیک فرشتے کی صورت شیطان سی ہوتی جاتی ہے

ہر پھول کی رنگت کا شوخی پہلے سے بہت کچھ پھیکی ہے ۔ ہر بلبلِ نغمہ سرا گلشن میں حیران سی ہوتی جاتی ہے

قدرت کے کرشموں سے ہر دم آثارِ قیامت پیدا ہیں ۔ ہر جنگ صلح کی کوشش سے گھمسان سی ہوتی جاتی ہے

ہر نبض سے دل دھڑکن سے معلوم مجھے یہ ہوتا ہے ۔ رنگینیٔ صحت میں دنیا بے جان سی ہوتی جاتی ہے

اندھوں کی نگاہیں کہتی ہیں رونق ہے یہ جاں ہیں ماضی سے ۔ اور میری نظر میں دنیا یہ ویران سی ہوتی جاتی ہے

نہ یادِ خدا ہے بندوں کو نہ خوفِ خدا ہے انسان کو ۔ ہر رمزِ حقیقت باطل کا عنوان سی ہوتی جاتی ہے

اب کشتیٔ ہستیٔ انسان کا مشکل ہے پہنچنا ساحل تک ۔ ہر موج الجھ کر لہروں سے طوفان سی ہوتی جاتی ہے

ساقی ہے رِندوں پیرِ مغاں کچھ تو شوق ہے پینے والوں سے ۔ میخانے میں آنے جانے سے پہچان سی ہوتی جاتی ہے

اَے ہوشؔ گناہوں کی پُرسش ہر اک سے یقیناً ہوتی ہے

یہ جانتی ہے دُنیا پھر بھی نادان سی ہوتی جاتی ہے!

از ہوشؔ

سائینس کی ترقی کا صدقہ

(نظم)

سائنس کی ترقی کے صدقے راکٹ کا بنانا سیکھ لیا

چاند کی دنیا تک بے شک انسان نے جانا سیکھ لیا

پرمانک بل کی شکتی سے دشمن کو دبانا سیکھ لیا

معصوم خدا کی خلقت کو دن رات ڈرانا سیکھ لیا

ایثار کے بدلے خود غرضی کے دیپ جلائے ہیں ہم نے

گنگا جل پینے کے بدلے گنگا میں نہانا سیکھ لیا

ہر دھرم سیاست میں مل کر پریوں کا اکھاڑا بن بیٹھا

تفریق کی آتشِ سوزاں سے خرمن کو جلانا سیکھ لیا

اندازِ ادائے مہر و وفا ہم بھول گئے ہم بھول گئے

ہر بات میں دخلِ مکر و ریا کا رنگ جمانا سیکھ لیا

ہم حرص و ہوا کی قیدوں میں آزادیاں دل کی بھول گئے

جذبات کے گوہر چمکیلے مٹی میں رُلانا سیکھ لیا

مرغانِ ریاضِ شعر و سخن پروازِ تخیّل بھول گئے

اَب اہلِ اَدب نے محفلوں میں ہے ناچنا گانا سیکھ لیا

اَے ہوشؔ کوئی ہم سے پُوچھے انجام ہے اس کا کیا آخر؟

چربی سے غریبوں کی جس نے ہے دیپ جلانا سیکھ لیا

از ہوشؔ

قطعہ

مَیں کس قسم کھاؤں کہ تم کو یقین آئے ۔ حالاتِ زمانہ سے سب لوگ پریشاں ہیں

اَب کافرِ مومن کی پہچان نہیں باقی ۔ اِنسان و بشر دونوں بھولے ہوئے ایماں ہیں

اِس روشنی میں پیدا ہونے کو اندھیرا ہے ۔ بربادیٔ عالم کے سامان نمایاں ہیں

از ہوشؔ

خدا حافظ

اِس سوزشِ عالَم کے ہر شر کا خدا حافظ — ہر شئے کے طمع گر زر گر کا خُدا حافظ

جس دور میں رہزن کی قزاقونکی چاندی ہو — منزل کا مُسافر کا رہبر کا خُدا حافظ

ہر ایک بَلا نازل دیوانوں پہ ہوتی ہے — جس گھر میں ہے دیوانہ اُس گھر کا خُدا حافظ

جب شیخ و برہمن کا ایمان سیاست ہو — مسجد کا خدا حافظ مندر کا خُدا حافظ

طوفان ہے آندھی ہے موجوں میں تلاطم ہے — کشتی کا ملاحوں کا لنگر کا خُدا حافظ

جب دیدۂ حیراں میں حیرت ہو تو ہے بے معنی — نظروں کے نگاہوں کے منظر کا خُدا حافظ

اَے ہوش حقیقت میں ہے شاعری سر دردی

یہ دَرد ہے جس سَر میں اُس سَر کا خُدا حافظ !

○

شعر!

جو بھی بشر کا دردِ دل سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے

میری نظر میں ہوشؔ وہ انساں بھی دیوتا بھی ہے

طبع اول ——— پانچ سو (۵۰۰)

مصنّف و ناشر ——— پرتھوی راج ہوشؔ
کرم پورہ نئی آبادی امرتسر

کتابت ——— قاضی عبدالحمید درویشؔ قادیان
(پنجاب)

طباعت ——— قیمت۔ ۲۵

ملنے کا پتہ:۔